لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ

کی تفسیر میں ایک علمی و تحقیقی بحث

الذَّنْبُ فِی الْقُرْآن

تصنیف

محققِ عصرِ رواں

حضرت علامہ مفتی سید شاہ حسین گردیزی مدظلہ العالی

کی تفسیر میں ایک علمی و تحقیقی بحث

الذنب فی القرآن

تصنیف

Marfat.com

نام کتاب	:	الذنب فی القرآن
مصنف	:	مفتی سید شاہ حسین گردیزی
کمپوزنگ	:	حافظ محمد عابد سعید۔ (0300-3340980)
نظر ثانی	:	مولانا فیض علی شاہ گردیزی
مطبع	:	زم زم پرنٹنگ پریس، آئی آئی چندریگر روڈ، کراچی
تعداد	:	ایک ہزار
سالِ اشاعت	:	ذیقعدہ ۱۴۲۷ھ / دسمبر ۲۰۰۶ء
صفحات	:	۸۳۲

ناشر

مکتبہ تہامہ، گلستانِ جوہر، کراچی

ملنے کے پتے

مکتبہ غوثیہ، پرانی سبزی منڈی یونیورسٹی روڈ، کراچی

مکتبہ رضویہ، گاڑی احاطہ بندر روڈ، کراچی

کلماتِ ناشر

حضرت علامہ سید شاہ حسین گردیزی مدظلہ کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ آپ ایک علمی و روحانی شخصیت ہیں۔ آپ کی ولادت ضلع راولپنڈی کی تحصیل ٹیکسلا کے قریب ایک گاؤں ''بدو'' میں ہوئی۔ آپ سادات گردیز کے عظیم خانوادے کے چشم و چراغ اور نجیب الطرفین سید ہیں۔ آپ کی رگوں میں حب نبی اور مہر علیؒ کی گرمی جاری و ساری ہے۔

آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد حضرت سید مقبول شاہ گردیزی سے حاصل کی۔ پھر جامعہ غوثیہ گولڑا شریف میں حضرت سید عبدالقادر شاہ بغدادی سے قرآنِ حکیم حفظ کیا اور اسی موقعہ پر حضرت قبلہ شاہ غلام محی الدین گولڑوی کے دست حق پرست پر سلسلہ عالیہ چشتیہ میں شرفِ بیعت حاصل کیا۔ درسِ نظامی کی تعلیم حضرت مولانا سید سکندر شاہ، حضرت مولانا عبدالرازق اور حضرت مولانا مفتی فیض احمد سے حاصل کی۔ پھر حضرت شیخ الحدیث والقرآن سید محمد زبیر شاہ سے چکوال میں علم کی تحصیل کی اور حضرت علامہ استاذ العلماء مولانا عبدالحکیم شرف قادری سے بھی استفادہ کیا۔ پھر آپ نے اپنا رخ بندیال شریف کی طرف موڑا جہاں استاذ العلماء والفضلاء حضرت عطا محمد بندیالوی قدس سرہ سے استفادہ کیا۔ آخر میں دارالعلوم امجدیہ کراچی میں حضرت علامہ مفتی وقارالدین اور حضرت مفتی سید شجاعت علی قادری سے استفادہ کیا اور درسِ نظامی کی تکمیل کی۔

حضرت مفتی سید شجاعت علی قادری کی خواہش پر دارالعلوم نعیمیہ کراچی میں چند سال تدریس کی اور جامع مسجد گلِ زار ڈاکٹر ضیاء الدین احمد روڈ کراچی میں خطابت کے فرائض سرانجام دینے شروع کئے۔ آپ کو اعلیٰ حضرت سید پیر مہر علی شاہ مجدد گولڑوی قدس سرہ سے قلبی لگاؤ ہے۔ اس لئے ان کی تعلیمات کو عام کرنے میں کوشاں رہے اور ان ہی کی نسبت سے دارالعلوم مہریہ کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا، جہاں علومِ دینیہ کے ساتھ اخلاقی و روحانی تربیت بھی دی جاتی ہے اور حضرت شاہ صاحب دام ظلہ اس ادارہ میں بنفس نفیس تدریس کے فرائض سرانجام دیتے ہیں۔ اب تک بے شمار حضرات آپ سے اکتسابِ فیض کر کے ملک کے

ہیں وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قولی احادیث ہیں اور مولانا سعیدی نے اس مقام میں صحابی کے قول کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قولی حدیث کے رد میں پیش کیا ہے اور مولانا سعیدی نے یہ بھی لکھا ہے کہ ایسے طرزِ عمل سے مولوی کافر ہو جاتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

> عطاء خراسانی کے قول کو قول رسول پر ترجیح دی ہے اور یہی فتویٰ تکفیر کی بنیاد ہے۔ ... تکفیر کی وجہ اس حدیث پر عطاء خراسانی کے قول کو ترجیح دینا ہے۔ (۱)

حضرت عطاء خراسانی تابعی ہیں اور حضرت عبداللہ بن عمر صحابی ہیں اور دونوں غیر رسول ہیں۔ اگر تابعی کے قول کو قول رسول یا حدیث رسول پر ترجیح دینا کفر ہے تو صحابی کے قول کو قول رسول یا حدیث رسول پر ترجیح دینا کیا حکم رکھتا ہے؟ مولانا سعیدی نے ایسی ہی صورت حال پر ایک استفتاء قائم کیا تھا۔

> ہم ان علماء کرام اور مفتیانِ عظام سے یہ پوچھتے ہیں کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی بے توقیری کرے اور ۱۳۳ ہجری میں فوت ہونے والے ایک شخص (حضرت عطاء خراسانی) کے قول کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح حدیث پر ترجیح دے، ایسے شخص کا شرعاً کیا حکم ہے۔ (۲)

اب ہم مولانا سعیدی کے بارے میں ان ہی علماء کرام سے یہ استفتاء کرتے ہیں:

> ہم ان علماء کرام اور مفتیانِ عظام سے یہ پوچھتے ہیں کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح حدیث کی بے توقیری کرے اور ۷۳ھ میں فوت ہونے والے ایک شخص (حضرت عبداللہ بن عمر) کے قول کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح حدیث پر ترجیح دے، ایسے شخص کا شرعاً کیا حکم ہے؟

<u>جواب انصاف کے تقاضوں کے مطابق آنا چاہئے کیونکہ صحابی اور تابعی دونوں میں سے کوئی</u>

۱۔ جواب تحقیقی مقالہ، ص ۴۶، ۵۰۔ ۲۔ ماہنامہ النعیم، مارچ ۲۰۰۴ء، ص ۲۰۔

بھی ہو نبی کے درجات اور مراتب سے کم ہی ہوتا ہے اور پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات عالی تو ''سید الانبیاء'' ہے۔ اس لئے کوئی بھی آپ کا ہم مرتبہ نہیں ہے۔ لہٰذا کسی بھی محترم کے قول کو قول رسول یا حدیث رسول پر ترجیح دینے والے کا شرعی حکم جو بھی ہو انصاف کے تقاضوں کے مطابق ہو۔ ہم مولانا سعیدی سے امید رکھتے ہیں کہ وہ ایک مؤمن انسان ہیں۔ "یحب لاخیہ ما یحب لنفسہ" پر عمل کرتے ہوئے جو جواب وہ اپنے لئے پسند کریں گے دوسرے کے لئے بھی وہی پسند کریں گے۔

بہرحال مولانا سعیدی نے اثر ابن عمر سے ''قولی حدیث رسول'' کو ردّ کرنے کا جو طرزِ عمل اختیار کیا ہے یہ ان کے اپنے مؤقف اور فتوے کے مطابق کفر ہے مگر ہم اس بھاری کلمہ سے گریز کرتے ہیں اور امید رکھتے ہیں کہ وہ اس طرز عمل سے توبہ و رجوع کرلیں گے۔ اور آئندہ اس طرح کی دلیل نہیں دیں گے۔ اور اس کا تیسرا جواب یہ ہے: کہ حضرت سید جرجانی قدس سرہ لکھتے ہیں:

الموقوف وهو مطلقا ماروی عن الصحابی من قول او فعل متصلا کان او منقطعا وهو لیس بحجة علی الاصح۔(۱)

یعنی وہ روایت جو موقوف ہو اور وہ مطلق ہو جو صحابی کا قول ہو یا فعل ہو، متصل ہو یا وہ منقطع ہو اور وہ اصح قول کے مطابق حجت اور دلیل نہیں ہوتی۔

یعنی صحابی کا موقوف قول و فعل وہ متصل ہو یا منقطع ہو اصح قول کے مطابق اسے حجت اور دلیل نہیں بنایا جا سکتا۔ مولانا عبدالحئی فرنگی محلی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

واتفقوا علی انه لیس بحجة اذا نفاه شئی من السنة المرفوعه۔(۲)

یعنی علماء حدیث کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اگر سنت مرفوعہ یعنی کوئی مرفوع روایت صحابی کے موقوف قول و فعل کی نفی کر دے تو وہ حجت اور دلیل نہیں بنایا جا سکتا۔

۱۔ مختصر الجرجانی مع الترمذی، ص ۶۷۔ ۲۔ ظفر الامانی، ص ۳۶۶۔

ہم نے ''حدیث شفاعت سے استدلال'' کے عنوان کے تحت بخاری و مسلم کی جن دو احادیث کو موضوع بحث بنایا ہے وہ مرفوع ہیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قولی احادیث ہیں انکے مقابلہ میں مولانا سعیدی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا موقوف قول پیش کیا ہے۔ احادیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ قیامت کے روز ''الناس'' بعض انبیاء کرام کی خدمت میں حاضری دیں گے اور یہ مرفوع احادیث ہیں اس کے مقابلہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول ''کل امة تتبع نبیھا'' موقوف ہے اور مرفوع حدیث اس قول کی نفی کر رہی ہے تو حسب تصریح حضرت جرجانی قدس سرہ صحابی کا موقوف قول حجت اور دلیل نہیں ہو سکتا اور حسب تصریح مولانا فرنگی محلی جب کوئی مرفوع حدیث ایسے موقوف قول کی نفی کر دے تو اس کے حجت اور دلیل نہ ہونے پر علماء حدیث کا اتفاق ہے اور مرفوع احادیث جو ہم نے پیش کی ہیں وہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے اس موقوف قول کی نفی کر رہی ہیں لہٰذا اس قول کو حجت اور دلیل کے طور پر پیش نہیں کیا جا سکتا اور مولانا سعیدی کا صحابی کے موقوف قول سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مرفوع احادیث کو رد کرنا اصول حدیث کے قواعد کے خلاف ہے اور خطاء ہے۔ وہ اس مقام میں قابل حجت نہیں ہے اور ان کے اپنے مؤقف کے بھی خلاف ہے۔

اس کا چوتھا جواب یہ ہے کہ برتقدیر تسلیم اس اثر میں کوئی ایسا کلمہ نہیں ہے جس سے حضراتِ انبیاء کرام کی پریشانی ظاہر ہو رہی ہو، البتہ اس عبارت سے جو بات صاف طور پر سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ ''لوگ اپنے اپنے نبی کے پاس جا کر شفاعت کی درخواست کریں گے۔'' لیکن یہ بات یاد رہے کہ لوگوں کا اپنے اپنے نبی کے پاس شفاعت کیلئے حاضر ہونا اور ''الناس'' کا تمام انبیاء کرام کی خدمت میں شفاعت کیلئے حاضر ہونے کے بارے میں بڑا فرق ہے۔ اس اثر میں اس بات کا بیان نہیں ہے کہ ''الناس'' تمام انبیاء کرام کی بارگاہ میں شفاعت کیلئے حاضر ہوں گے اور بحث ''الناس'' کی تمام انبیاء کرام کی خدمت میں شفاعت کیلئے حاضر ہونے کے بارے میں ہے اور پھر حضرت عزالدین شافعی نے جو لکھا ہے:

کل واحد منهم اذا طلبت الشفاعة فی الموقف ذکر خطیئته التی اصاب وقال نفسی نفسی۔(۱)

۱۔ جواہر البحار، ج ۲، ص ۲۳۷۔